مسئلہ ولایت نکاح ● شیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز علوی

نکاح میں ولی کی شرعی حیثیت کے موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اس سے قبل شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ مولانا عبد العزیز علوی مدظلہ العالی کا ایک مدلل مضمون شائع ہو چکا ہے۔ اب جبکہ ہائیکورٹ نے ولی کے بغیر نکاح کو درست تسلیم کرتے ہوئے فیصلہ صادر کر دیا ہے تو اس مسئلے کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔ لوگ بار بار استفسار کرتے ہیں اور حقیقت جاننے کے لئے رابطہ کرتے ہیں تو اس اہم مسئلہ کو صحیح شرعی حیثیت پر موجودہ تقاضوں اور ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور اسکے تمام پہلوؤں کو بالکل واضح کیا گیا ہے۔ مفاد عامہ کے لئے ہم اسے مفید اضافوں کے ساتھ دوبارہ شائع کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

یہ دنیا اور کائنات اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس طرح بنائی ہے کہ یہاں ہر چیز اور ہر مخلوق میں جوڑا جوڑا کام کر رہا ہے اور جوڑے کا ہر فرد دوسرے کا محتاج ہے اور ایک دوسرے کے تعاون و تناصر سے اپنے فرائض کی تکمیل کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے بغیر خلا محسوس کرتے ہیں۔ اس لئے فرمایا: و من کل شئی خلقنا زوجین ہر چیز کا ہم نے جوڑا پیدا کیا ہے۔ ایک طرف اگر راعی ہے تو دوسری طرف رعایا ہے۔ ایک طرف اگر حاکم تو دوسری طرف محکوم ہے۔ ایک طرف آقا ہے تو دوسری طرف غلام ہے' ایک طرف اگر غریب مزدور تو دوسری طرف امیر آجر ہے' ایک طرف مرد ہے تو دوسری طرف عورت ہے' ایک طرف اگر والدین ہیں تو دوسری طرف اولاد ہے' ایک طرف اگر دنیا ہے تو دوسری طرف آخرت ہے۔

اس وقت جس جوڑے سے بحث مطلوب ہے والدین اور اولاد ہے اور یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا وہ ایک دوسرے کے جذبات و احساسات ملحوظ رکھنے کے پابند ہیں یا انہیں رائے استعمال کرنے کی کھلی آزادی ہے اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم سب سے پہلے اس بات کے مکلف ہیں کہ ہم اس سلسلہ میں اپنے دین کی تعلیمات اور روایات کو معلوم کریں کہ وہ ہمیں کیا حکم دیتا ہے کیونکہ ایک مسلمان کے نزدیک اسلام خالق کائنات کا وضع کردہ ضابطہ حیات اور دستور زندگی ہے او انسان اس کائنات کاایک جز ہونے کی بنا پر اس خالق کی پیدا کردہ مخلوق ہے اور وہ اپنی مخلوق کے ہنر و کمال' عیب و نقص' مزاج و طبیعت' اس کی ضروریات و حوائج سے سب سے بہتر طور پر آگاہ ہے۔ فرمایا: الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر۔ کیا جو خالق ہے وہ اپنی مخلوق کی ضرورت و حوائج سے آگاہ نہیں حالانکہ وہی تو باریک بین اور واقف کار ہے

خالق ہونے کی حیثیت سے وہ حکمران ہے جس کا حکم نافذ العمل ہے۔ الا لہ الخلق و الامر۔ خبردار خالق کا ہی حکم چلتا ہے اور اس نے جو ضابطہ حیات اور دستور العمل دیا ہے وہی آئین فطرت ہے۔ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا۔ دین فطرت کی پابندی کرو جس پر فاطر فطرت نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لئے اس کے احکام و فرامین' اس کی تعلیمات و روایات میں انسانی فطرت و مزاج اور اس کی ضروریات و حاجات کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے اور اس کی اساس و بنیاد' اعتدال و توسط اور افراط و تفریط سے پاک ہے اور اس کے احکام و تعلیمات میں جوڑے کے ہر فرد کے حقوق کا لحاظ رکھا گیا ہے اور جوڑے کے ہر فرد کو ہدایات دیتے وقت عام طور پر یہ اسلوب اپنایا گیا ہے کہ اس کو اس کے فرائض اور ذمہ داریاں اس طرح یاد دلوائے گئے نہ کہ اس کے ذمہ صرف اپنے فرائض کی ادائیگی اور ذمہ داریوں کی سرانجام دہی ہے بلکہ اس کے کوئی حقوق یا مطالبات نہیں ہیں کہ جب تک وہ

پورے نہ ہو' وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کر سکے؛ کیونکہ جب جوڑے کا ہر فرد اپنے فرائض' دیانت و امانت اور احساس ذمہ داری سے ادا کرے گا تو دوسرے فرد کے حقوق و مطالبات خود بخود پورے ہو جائیں گے۔ اگر وہ اپنی ذمہ داریوں کے پورا کرنے میں کوتاہی کرے گا تو اس سے دوسرے کے حق اور مطالبہ پر زد پڑے گی۔ اس لئے اسلام نے پورا زور فرائض کی ادائیگی پر دیا ہے اور اس کے بغیر کوئی معاشرہ یا قوم اور ملک صحیح راہ پر گامزن نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کا نظم و نسق برقرار رہ سکتا ہے۔ اس کے لئے شریعت اسلامیہ کا اصل مقصد اور روح کو اس وقت تک صحیح طور پر سمجھنا ممکن نہیں جب تک دونوں فریقوں یا جوڑے کو دی گئی ہدایات اور احکامات کو گہری اور دقت نظر سے سمجھنے کی کوشش نہ کی جائے۔

مسئلہ نکاح کو لے لیجئے ! اس میں دو فریق ہیں' ایک فریق والدین اور دوسرا شادی کرنے والا مرد اور عورت ہیں۔ اسلام نے ہر فریق کو اس کے ذمہ داری اس طرح یاد دلائی ہے کہ اسے اس کی سرانجام دہی کی فکر ہونی چاہیے۔ اس کے حق یا مطالبہ کا پورا کرنا یہ دوسرے فریق کی ذمہ داری ہے یا حق کے مطالبہ کی اسے فکر نہیں ہونی چاہیے۔

ولایت نکاح کے سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ پہلے ولایت کا مفہوم و مقصد سمجھا جائے۔ کیونکہ نکاح کا معنی و مطلب ہر بالغ فرد جانتا ہے۔ ولایت کے معنی ہے انسان کا دوسرے کے بارے میں فیصلہ کرنا اور دوسرے کا اس کو قبول کر لینا۔ اب یہ فیصلہ کا حق اور اختیار کس کو ہے ماں باپ کو یا اولاد کو' ماں باپ اولاد کی مرضی کی پابند ہیں یا اولاد والدین کی رضا کی پابند ہے۔ اگر ہر فریق کے بارے میں حکم و ہدایت کو الگ کرکے دیکھا جائے تو متضاد نظریہ سامنے آئے گا اور شریعت کی نصوص میں تعارض محسوس ہو گا۔ لیکن اگر مجموعی طور پر دونوں فریقوں کے بارے میں نصوص و احکامات پر گہری نظر دوڑائی جائے تو ایک معتدل

اور درمیانی رائے سامنے آئے گی کہ دونوں فریق ایک دوسرے کی رائے اور رضا کو ملحوظ رکھنے کے پابند ہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں ! ان مراد الشارع فی المجموع و انما فصل مراده و القی علی کل من الفریقین قطعة قطعة لا قاته النظم ولا سبیل الیه الا ان یرشد الاولیاء بطلب رضا هن و تومر النساء بشرکة الاولیاء فلا یغتنن النساء علی الاولیاء و لا یضیق الرجال علی النساء و لیس الامر انها حدیثا متعارضان لنطلب صورة التوفیق۔

(فیض الباری ج ۴ ص ۲۸۶)

شارع کا مقصد و مراد مجموعی روایات سے سمجھا جا سکتا ہے۔ شارع نے اپنا مقصد الگ الگ بیان کیا اور ہر فریق کو اس کے متعلقہ احکام کا مخاطب بنایا ہے تاکہ نظم و نسق قائم رہے اور اس سے صرف یہی مراد ہے کہ اولیاء کو ہدایت دی جائے کہ عورتوں کی رضامندی معلوم کریں اور عورتوں کو حکم دیا جائے کہ وہ اولیاء کو شریک کریں نہ عورتیں اولیاء کیلئے فتنہ و آزمائش کا باعث بنیں اور نہ مرد عورتوں کو تنگی میں مبتلا کریں۔ دونوں قسم کی حدیثوں میں تعارض نہیں ہے کہ وجہ توفیق یا تطبیق کی صورت تلاش کی جائے۔

اس لئے نکاح کی نسبت قرآن مجید میں تین فریقوں کی طرف کی گئی ہے۔ اولیاء، شوہر، بیوی۔ اولیا کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا : و لا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا و لعبد مومن خیر من مشرک و لو اعجبکم۔ مشرکوں سے اپنی بچیوں کا نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لائیں یہ کہ مومن غلام مشرک آزاد سے بہتر ہے اگرچہ مشرک مرد تمہیں کتنا ہی اچھا کیوں نہ لگے۔

دوسری جگہ فرمایا : و انکحوا الایامی منکم تم سے جن کے نکاح نہیں ہوئے ان کے نکاح کرو۔ ان آیات میں نکاح کرنے کی ذمہ داری اولیاء پر ڈالی گئی ہے کہ نکاح کے محتاج مرد اور عورت کے نکاح کی ذمہ داری تم پر عائد ہوتی ہے

اس لئے تم ان کا مناسب جگہ نکاح کرو۔

نکاح کرنے والے مردوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: و لا تنکحوا ما نکاح آباء کم من النساء۔ جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہیں ان سے نکاح نہ کرو۔ دوسری جگہ فرمایا: و ما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ و لا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا۔

تمہارے لئے جائز نہیں کہ اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اس کے بعد اس کی بیویوں سے شادی کرو۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ نکاح کرنا مردوں کا حق ہے اور وہی اس کے ذمہ دار ہیں۔ اس لئے انہیں شریعت کی حدود کی پابندی کرتے ہوئے نکاح کرنا چاہیے۔

عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد تنکح زوجا غیرہ۔ اگر خاوند نے اسے تیسری طلاق دے دی ہے تو وہ عورت اس کیلئے جائز نہیں جب تک وہ اور خاوند سے نکاح نہ کر لے۔

دوسری جگہ فرمایا:

فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف۔ ان کو اپنے پسندیدہ خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکے جب تک وہ معروف طریقہ کے مطابق باہمی راضی ہو جائیں۔

یہاں خطاب عورتوں سے ہے کہ وہ معروف طریقہ کے مطابق یعنی شریعت کی حدود کی پابندی کرتے ہوئے نکاح کریں۔ ان آیات مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نکاح میں تینوں فریقوں کا دخل ہے کوئی ایک فریق دوسرے کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ کیونکہ نکاح سے تینوں فریق متاثر ہوتے ہیں اور اگر خدانخواستہ نکاح ناکام ہو جائے تو میاں بیوی کے والدین اور ان کے خاندان بھی اس کی زد میں آئیں گے اور نئے نکاح کا بوجھ بھی اسے برداشت کرنا پڑے گا اور دوسرے معاشرتی نقصانات بھی انہیں برداشت کرنے ہوں گے۔ اسی طرح احادیث میں

ایک طرف آپ نے فرمایا: لا نکاح الا بولی۔ کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ تو دوسری طرف فرمایا: لا تنکح الایم حتی تستامرو لا البکر حتی تستاذن۔ شوہر کی محتاج عورت کا نکاح نہ کیا جائے جب تک اس سے مشورہ نہ کر لیا جائے اور دوشیزہ کا نکاح نہ کیا جائے جب تک اس سے اجازت نہ لے لی جائے۔

ولایت نکاح: اس لئے ولایت نکاح کے بارے میں امت میں اساسی اور بنیادی طور پر کوئی اختلاف نہیں کہ نکاح کرنا والدین کی ذمہ داری ہے۔ ہاں اس کی تفصیلات میں کچھ اختلافات ہے۔

ھدایہ جو فقہ حنفیہ کی ایک مشہور و معروف اور مسلمہ کتاب ہے۔ اس میں علامہ مرغینانی مسئلہ کفاءۃ کی بحث میں لکھتے ہیں۔ قال علیہ السلام الا لا یزوج النساء الا الاولیا و لا یزوجن الامن الاکفاء۔

(ھدایہ اولین ص ۳۱۹)

" خبردار عورتوں کی شادی صرف ان کے ولی کریں اور شادی ان کے کفو (ہم پلہ) سے کی جائے۔"

اگر ولایت کی تفصیل میں جائیں تو پھر آئمہ احناف نے ولایت کی دو قسمیں کی ہیں۔ •

(۱) و لایۃ ندب و استحباب۔ ھو الولایۃ علی البالغۃ العاقلۃ بکرا کانت لو ثیبا۔ ولی کا وہ اختیار جو اس عورت کے لئے جو بالغہ اور عقلمند ہے دوشیزہ ہو یا شور دیدہ۔ ایسی عورت کیلئے بہتر اور پسندیدہ یہی ہے کہ وہ باپ کی رضا کی پابندی کرے اور اپنی مرضی پر نہ چلے۔

(۲) و لایۃ اجبار۔ و ھو الولایۃ علی الصغیرۃ بکرا کانت او ثیبا۔ جبری ولایت سے یعنی جس کا ماننا لازم اور ضروری ہے اس کی مخالفت نہیں ہو سکتی۔ اس کا تعلق نابالغہ لڑکی سے ہے وہ دوشیزہ ہو یا شوہر دیدہ۔ (فتح القدیر ج

۲ ص ۳۹۱)

علامہ انور شاہ لکھتے ہیں : اعلم ان الولایۃ و لا تبیان و لا یۃ اجبار ' و ولا یۃ استحباب والاولی عندنا فی الصغیرۃ اما الکبیرۃ فلا اجبار علیھا و معنی الاجبار نفاذ النکاح علیھا بدون رضاھا۔

(فیض الباری ج ۴ ص ۲۸۷)

جان لیجئے ولایت کی دو قسمیں ہیں۔ اجباری ولایت اور استحبابی ولایت ! ہمارے نزدیک نابالغہ کیلئے اجباری ولایت ہے اور بالغہ پر اجبار نہیں کیا جا سکتا اور اجبار کا معنی ہے اس کی رضا مندی کے بغیر نکاح کا نافذ المنعقد ہو جانا۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں : مذھب ابی حنفیہ ان رضی المولیۃ مقدم عند تعارض الرضاء ین مع کونھا مامورۃ بتحصیل رضی الولی و کذا المولی مامور بتحصیل رضاھا فلم یستبد بہ واحد منھما فانہ امر خطیر لابد فیہ من اجتماع الرضاء ین۔ (فیض الباری ج ۴ ص ۲۸۳)

ابو حنیفہ کے نزدیک ولی اور بالغہ کی رضا میں تعارض کی صورت میں بالغہ عورت کی رضا کو ترجیح ہے اگرچہ وہ اس کی پابند ہے کہ وہ ولی کی رضا مندی لازمی حاصل کرے اور اس طرح ولی بھی پابند ہے وہ عورت کی رضا مندی حاصل کرے' دونوں میں سے کوئی بھی خود مختار نہیں' کیونکہ یہ ایک انتہائی اہم معاملہ ہے' اس لئے دونوں کی رضا مندی حاصل کرے' دونوں میں سے کوئی بھی خود مختار نہیں کیونکہ یہ ایک انتہائی اہم معاملہ ہے' اس لئے دونوں کی رضا مندی میں موافقت و اتحاد ہونا چاہیئے۔

اس سے معلوم ہوا ولایت کا اعتبار ایک متفقہ مسئلہ ہے۔ اس میں آئمہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ تفصیل میں تھوڑا سا اختلاف ہے کہ جمہور امت کے نزدیک ولی کی رضا مندی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا اور ابو حنیفہ کے نزدیک بعض صورتوں میں ولی کی رضا مندی کے بغیر نکاح ہو سکتا ہے۔

علامہ انور شاہ لکھتے ہیں: ان النکاح لا ینعقد الا برض الولی و اجازتہ و الیہ ذھب مالک و الشافعی و احمد۔ (فیض ج ۴ ص ۲۸۲)

نکاح ولی کی رضا مندی اور اجازت کے بغیر منعقد نہیں ہوتا' مالک شافعی اور احمد کا یہی موقف ہے۔ پھر خلاصہ کلام کے طور پر لکھتے ہیں: فحصل مذھب الجمھور ان رضی الولی مقدم علی رضا المولیۃ (ص ۲۸۳)

جمہور کے نزدیک ولی کی رضا مولیہ (زیر کفالت) کی رضا پر مقدم ہے اور اسی طرح الایجاب و القبول لا یصلح الا للرجال۔ ایجاب و قبول بھی مرد ہی کر سکتے ہیں۔ فان عقدت النکاح بنفسھا لم ینعقد و ان رضی بہ الولی ایضا و ذھب صاحبا ابی حنیفہ الی اشتراط الولی فقط۔ (ص ۲۸۳)

اگر عورت بذات خود ایجاب و قبول کرلے اگرچہ ولی کی اجازت بھی ہو پھر بھی نکاح نہیں ہو گا اور ابو حنیفہ کے شاگردوں ابو یوسف اور محمد کے نزدیک صرف ولی کی اجازت شرط ہے۔

اس سے معلوم ہوا آئمہ ثلاثۃ کی طرح صاحبین کے نزدیک بھی ولی کی اجازت شرط ہے' اگرچہ ان میں بھی باہمی کچھ اختلاف ہے۔

صاحب فتح القدیر لکھتے ہیں۔ امام بخاریؒ' امام طحاویؒ اور امام کرخیؒ کے نزدیک ابو یوسف کا موقف یہ ہے کہ لا یجوز الا لولی' ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہو گا اور ان دونوں کا قول ہی راجح ہے۔ انھا اقدم و اعرف بمذاھب اصحابنا۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۹۱) کیونکہ یہ دونوں متقدم میرے اور احناف آئمہ کے مذاہب کو خوب سمجھتے ہیں۔

علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں۔ قال ابو یوسف و محمد بن الحسن و لا نکاح الا بولی ثم اختلفا فقال ابو یوسف ان تزوجت بغیر ولی و اجازہ الولی جاز فان ابی ان یجیزوا الزوج کفو اجازہ القاضی و لا یکون جائز حتی یجیزہ القاضی و قال محمد بن الحسن ان لم یجز الولی استانف

القاضی فیه عقدا جدیدا۔

(التمهید ج۱۹ ص۹۰ المحلی لابن حزم ج۹ ص۴۵۵ - ۴۵۶)

ابو بکر جصاص حنفی نے احکام القرآن میں صاحبین کا یہی موقف نقل کیا ہے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۴۰۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم نخعی جن کی آراء کو عام طور پر آئمہ احناف اختیار کرتے ہیں یہی موقف ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا امام ابن منذر لکھتے ہیں۔ لا یعرف عن احد من الصحابة خلاف ذالک۔ (فتح الباری ج۹ ص۱۸۷)

کسی صحابی کا قول اس کے خلاف ثابت نہیں ہے۔

قرآن و سنت، اقوال صحابہ، تابعین، فقہی قواعد و ضوابط، عقل و تاریخ بھی عمرو عادت سب اسی کے موید ہیں۔

(1) امام بخاری نے باب لا نکاح الا بولی میں تین آیات پیش کی ہیں جن میں دو آیات ہم اوپر نقل کر چکے ہیں جن میں نکاح کرنے کا حکم اولیاء کو دیا گیا ہے۔ تیسری آیت وہ ہے جس میں نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے لیکن اس میں بالمعروف کی صراحت کی گئی ہے کہ وہ دستور اور قاعدہ کے مطابق ہو اور وہ ضابطہ دستور ولی کی اجازت ہے اور اس آیت کا شان نزول سے اس بات کی مزید صراحت ہو جاتی ہے۔ امام بخاری حضرت معقل بن یسار کا واقعہ انہیں کی زبان میں نقل کرتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی بہن کی شادی ایک انسان کے ساتھ کر دی۔ اس نے کچھ عرصہ بعد طلاق دے دی اور عدت کے اندر رجوع نہ کیا۔ عدت گزرنے کے بعد میرے پاس آیا اور کہنے لگا! اپنی بہن کی شادی میرے ساتھ کر دو۔ تو میں نے جواب دیا کہ میں نے تجھے رشتہ دے کر تیرا گھر آباد کیا، عزت و تکریم بخشی لیکن تو نے اس کا بدلہ یہ دیا کہ اسے طلاق دے دی (اور

عدت کے اندر رجوع نہ کیا) اور پھر شادی کا پیغام دیتے ہو۔ و اللہ لا نعود الیک ابدا۔ اللہ کی قسم اب کبھی تیرے ساتھ شادی نہیں کروں گا۔ وہ آدمی اچھا تھا میری بہن کی خواہش یہی تھی کہ اس کے ساتھ دوبارہ شادی کر لے۔ اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی کہ فلا تعضلوھن ان کو روکو نہیں یعنی اجازت دے دو۔ (بخاری شریف ج ٦ ص ٧٧٠) اگر ولی کا اختیار نہ ہوتا تو حضرت معقل انکار نہ کرتے اور نہ ہی خاوند ان کو پیغام دیتا اور نہ عورت اس کے حکم کی پابند ہوتی اور ان کی اجازت کی ضرورت سمجھتی۔

(2) احادیث مبارکہ (ا) حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔ لا نکاح الا بولی۔ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔

امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور امام حاکم کا قول ہے کہ علی بن المدینی، امام بخاری، امام ذہلی و غیرھم نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری ج ٩ ص ١٨٤)

امام ابن القدامۃ لکھتے ہیں۔ یہ روایت حضرت عائشہؓ ابو موسی اشعریؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔ امام مروزی نے احمد بن حنبلؒ اور یحی بن معینؒ سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے اسے صحیح قرار دیا۔ (المغنی ج ٩ ص ٣٤٥ تحقیق الدکتور الترکی)

(3) حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ایما المرآۃ نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل، فنکاحھا باطل۔ (رواہ احمد و ابو داؤد) امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔ امام قرطبی، امام ابو عوانہ، امام ابن حبان اور امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(ارواء الغلیل ج ٦ ص ٢٤٣)

ایما کا لفظ عام ہے جو ثیبہ اور پاکیزہ، شوہر دیدہ اور کنواری دونوں کو شامل ہے۔ جس سے ثابت ہوا صرف صغیرہ ہی اجازت کے پابند نہیں (جس پر تمام

آئمہ کا اتفاق ہے) بلکہ ہر عورت ولی کی اجازت کی پابند ہے۔

ان ہی آیات اور احادیث کی بناء پر جمہور امت کا یہ نظریہ ہے کہ نکاح کرنا ولی کاکام ہے اور عورت ولی کی اجازت کی پابند ہے۔ دکتور وھبہ الزہیلی لکھتے ہیں: قال الجمهور يزوجها وليها لكن عند الحنابلة باذنها سواء كانت بكرا ام ثيبا عند المالكية والشافعية اذا كانت ثيبا و بغير اذنها اذا كانت بكرا صغيرة ام كبيرة۔ (الفقہ الاسلامی و ادلتہ ج ۷ ص ۱۹۳)

جمہور کے نزدیک عورت کی شادی اس کا ولی کرے گا۔ حنابلہ کے نزدیک عورت سے اجازت لے کر وہ کنواری ہو یا شوہر دیدہ مالکیوں اور شافعین کے نزدیک اگر شوہر دیدہ ہے تو اجازت لے کر اور اگر کنواری چھوٹی ہے یا بڑی تو بلا اجازت۔

علامہ قدامۃ لکھتے ہیں: لا تملك المرأة تزويج نفسها و لا غيرها و لا توكيل غير وليها فى تزويجها فان فعلت لم يصح النكاح۔ عورت نہ تو اپنی شادی کر سکتی ہے اور نہ کسی دوسری عورت کی اور نہ اپنی شادی ولی کے سوا کسی اور کو وکیل بنا سکتی۔ اگر ایسا کرتی ہے تو نکاح نہیں ہو گا۔

(المغنی ج ۹ ص ۳۴۵ تحقیق الدکتور الترکی)

(3) عرف و عادت دور نبوی ﷺ: (ا) حضرت عائشہؓ آیت مبارکہ ما يتلى عليكم فى الكتاب فى يتامى النساء الاية کا پس منظر بیان کرتے ہوئے بیان کرتی ہیں کہ اس سے مراد وہ یتیم بچی ہے جس کا سرپرست اب آدمی ہے جو اس کے مال میں شریک اور حصہ دار ہے اور اس کا قریبی ہونے کی بناء پر اس کا سرپرست اور ولی ہے اور اس سے خود بھی نکاح کر سکتا ہے لیکن اس (کے قبول صورت نہ ہونے کی بنا پر) سے نکاح نہیں کرنا چاہتا اور اس کو آگے بھی نکاح نہ کرنے دیتا تاکہ اس کا خاوند اس کے مال میں شریک یا حصہ دار نہ بن جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دور نبویؐ میں نکاح ولی ہی کر سکتا تھا۔ (بخاری

شریف ج ۲ ص ۷۷۰)

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہؓ کا خاوند فوت ہو گیا تو اس کے نکاح کیلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تگ و دو شروع کی اور خود عثمانؓ اور ابو بکرؓ کو پیش کش کی۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۷۷۵)

اور دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر کار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کا پیغام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا۔ حضرت حفصہؓ کو براہ راست پیغام نہیں دیا۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۷۶۸)

(۳) حضرت عائشہؓ کی بخاری شریف میں ایک طویل حدیث ہے جس میں دور جاہلیت کے نکاحوں کی تفصیل دی گئی ہے۔ پہلا نکاح یہ ہے۔ نکاح الناس الیوم یخطب الرجل ولیتہ لو ابنتہ۔ کہ عام طریقہ نکاح یہ تھا جو کہ آج کل لوگ اختیار کرتے ہیں کہ ایک انسان کسی عورت کے سرپرست یا باپ کو پیغام دیتا تھا۔

اس کے بعد دوسرے طریقے بیان کئے ہیں جو مخالف شریعت ہیں۔ اس لئے آخر میں فرماتی ہیں۔ فلما بعث محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالحق ھدم نکاح الجاھلیۃ کلہ الا نکاح الناس الیوم۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۷۷۰)

جب اللہ تعالی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دین حق دے کر مبعوث فرمایا تو آپ نے آج جس طریقہ پر لوگ نکاح کرتے ہیں۔ اس کے سوا جاہلیت کی تمام صورتوں کو ختم کر دیا۔

مذکورہ بالا واقعات سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ دور نبوی میں نکاح کا طریقہ یہی تھا کہ نکاح ولی کرتا تھا۔ عرف و عادت دور خلفائے راشدین۔ خلفائے راشدین کے دور میں بھی یہی طریقہ جاری تھا۔ اگر کوئی اس طریقہ کی مخالفت کرتا تو مستوجب سزا قرار پاتا۔ حضرت عکرمہ بن خالد بیان کرتے ہیں کہ ایک

راستہ میں ایک قافلہ کے لوگ جمع ہوئے اور ایک بیوہ عورت نے ولی کے سوا کسی اور مرد کو وکیل بنا کر نکاح کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا پتہ چل گیا۔ فجلد الناکح و المنکح ورد نکاحھا۔ رواہ الشافعی و الدارقطنی تو آپ نے نکاح کرنے والے اور کرنے والی دونوں کو کوڑے مارے اور نکاح کو ختم کر دیا۔

(4) امام شعبیؒ بیان کرتے ہیں۔ ماکان احد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشد فی النکاح بغیر ولی من علی کان یضرب فیہ نیل الاوطار۔ (ج ٦ ص ١٢٧)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں بلا ولی نکاح کرنے کے مسئلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ سختی اور شدت اختیار کرنے والا کوئی نہ تھا وہ اس صورت میں کوڑے مارتے تھے۔

مذکورہ بالا روایات سے یہ بات یقین کے ساتھ ثابت ہوتی ہے کہ ولی کی اہمیت و ضرورت' دور جاہلیت' دور نبوی اور خلفائے راشدین میں مسلم رہی ہے بلکہ بقول شاہ ولی اللہؒ السنة الغاشية فی الناس من قبل ضرورة جبلية ان يكون الرجال قوامون على النساء يكون بيدهم الحل و العقد' عليهم النفقات و انما النساء عوان بايديهم وهو قوله تعالى الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض و بما انفقوا من اموالهم و فی اشتراط الولی فی النکاح تنویہ بامرھم حجة الله (ج ٢ ص ١٢٧)

تحقیق سید سابق ایک طبعی اور جبلی تقاضا کی بنا پر لوگوں کا عام رویہ اور طرز عمل یہی ہے کہ مردوں اور عورتوں کے نگران و نگہبان میں اور حل و عقد کے ذمہ دار وہی ہیں اور وہی اخراجات برداشت کرتے ہیں۔ عورتیں تو ان کی ماتحت یا زیر دست ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان میں اس جبلی اور فطرتی ضرورت کی ترجمان فرمائی ہے کہ مرد عورتوں کے نگران اور محافظ ہیں اس

فضیلت و برتری کی بنا پر جو اللہ تعالی نے ان کو عطا فرمائی اور اس وجہ سے کہ وہی ان کے نان و نفقہ کو برداشت کرتے ہیں اور نکاح میں ولی کی شرط لگانا ان کو اہمیت دینا اور ان کے مقام انسان کی برتری کو تسلیم کرنا ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری جمہور کے قول کی بنیادی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ انهم اخذوه نظرا الى العرف فان انصرام امور النساء لا يكون الا بالاولياء فى العرف۔ کہ جمہور نے ولی کی شرط عرف و رواج کے اعتبار سے اختیار کی ہے کہ عرف و رواج کے مطابق عورتوں کے معاملات اولیاء کی طرف سے ہی سرانجام پاتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ کی عبارت سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اس عرف و رواج کی بنیاد انسانی فطرت و جبلت ہے۔ انسان فطرتی اور طبعی طور پر اپنے آپ کو اس بات پر مجبور پاتے ہیں کہ وہ عورتوں کی ضروریات کی کفالت کریں ان کے لحاظ اور نگہبان بنیں اور ان سے متعلقہ امور کو طے کریں اور اللہ تعالی نے انسان کی اس فطرت کی بنا پر ہی یہ اصول اور ضابطہ طے کیا ہے کہ گھروں کی سیادت و قیادت اور سربراہی مردوں کے ہاتھ میں ہو گی۔

(4) اقوال صحابہ و تابعین: امام ترمذی لکھتے ہیں۔ و العمل فى هذا الباب على حديث النبى صلى الله عليه وسلم لا نكاح الا بولى عند اهل العلم من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم منهم عمر بن الخطاب و على بن ابى طالب و عبد الله بن عباس و ابو هريره و غيرهم و هكذا و روى عن بعض فقهاء التابعين انهم قالوا الا نكاح الا بولى منهم سعيد بن المسيب و الحسن البصرى و شريح و ابراہيم النخعى و عمر بن عبد العزيز و غيرهم و بهذا يقول سفيان الثورى و الاوزاعى و مالك و عبد الله بن مبارك و الشافعى و احمد و اسحاق۔

(جامع ترمذی ج ا ص ۱۳۰ طبع فاروقی کتب خانہ)

ولایت کے مسئلہ میں اہل علم کا عمل حدیث نبوی لا نکاح الا بولی پر ہے، صحابہ میں سے حضرت عمرؓ، علیؓ، عبد اللہ بن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ و غیرھم کا یہی نظریہ ہے اور سفیان ثوریؒ، اوزاعیؒ، مالکؒ، عبد اللہ بن مبارکؒ، شافعیؒ، احمدؒ اور اسحاقؒ بھی اس کے قائل ہیں۔

(المغنی ج ۹ ص ۳۴۵ التمہید ج ۱۹ ص ۸۴)

(5) فقہی اصول و ضوابط : فقہی قاعدوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ عورت کو نکاح کیلئے ولی کی رضا مندی کا پابند کیا جائے۔ ایک اصول ہے۔ لا ضرر و لا ضرار نہ کسی کو ابتدا نقصان اور ضرر پہنچانا جائز ہے اور نہ ہی انتقاما بدلہ کے طور پر۔ اس سے ایک دوسرا قاعدہ نکلتا ہے۔ یتحمل الضرر الخاص لدفع ضرر عام۔ ایک عام نقصان اور ضرر سے بچنے کیلئے شخصی اور انفرادی ضرر کو برداشت کیا جا سکتا ہے۔

اگر عورت کو یہ آزادی اور اختیار دے دیا جائے کہ وہ ولی کی رضا کے بغیر نکاح کر سکتی ہے تو اس سے بے حیائی اور فحاشی کو رواج ملے گا۔ والدین کی عزت و توقیر مجروح بلکہ پامال ہوگی۔ مغربی معاشرہ کی طرح بوائز فرینڈز اور گرلز فرینڈز کا رواج ہو گا۔ خاندانی نظام پارہ پارہ ہو گا اور عورتوں کی عزت ناموس کا محافظ، نگران کوئی نہیں ہو گا کیونکہ وہ خاندان کے تحفظ و پناہ سے محروم ہوں گی۔

امام مالکؒ اور شافعیؒ نے عقلی دلیل یہی دی ہے کہ نکاح کے کچھ مقاصد ہیں اور عورت کو اختیار دینے کی صورت میں وہ مقاصد فوت ہو جاتے ہیں۔ ہدایہ اولین ص ۳۱۴ اور امام بابرتی حنفی شرح ہدایہ میں اس کا سبب یہ بتاتے ہیں۔ لانهن سربعات الاغترار سيئات الاختيار لاسيما عند التوقان (فتح القدیر ج ۲ کا حاشیہ ص ۳۹۱) کیونکہ وہ جلد دھوکہ کھا جاتی ہیں۔ اختیار و پسندیدگی میں غلط طریقہ اختیار کرتی ہیں۔ خاص کر جب ان پر شہوت و محبت کا

غلبہ ہو اور صاحب ہدایہ لکھتے ہیں انما یطالب الولی بالترویج کی لاتنسب الی الوقاحۃ ص ۳۱۴ شادی کے لئے ولی کی ضرورت اس لئے ہے کہ اس کے بغیر عورت کو بے شرم اور بے حیاء قرار دیا جا سکتا ہے اور اس لئے آئمہ احناف نے کفو کی شرط لگائی ہے اور کفو میں پانچ چیزوں میں مساوات و برابری ضروری ہے۔ دین، حسب و نسب، حریت، صنعت و حرفت یا پیشہ اور مال و دولت اگر مرد عورت کا کفو نہ ہو تو شادی نہیں ہو گی۔ صاحب فتح القدیر لکھتے ہیں۔

المختار للفقوی لا یصح العقد اصلا اذا کانت زوج نفسھا من غیر کفوء۔

فتوی اس قول پر ہے کہ اگر عورت غیر کفو سے اپنی مرضی سے شادی کرتی ہے تو اس کا نکاح نہیں ہو گا۔ (ج ۲ ص ۴۱۹)

شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں: لا یجوز ان یحکم فی النکاح النساء خاصۃ نقصان عقلھن و سوء فکرھن فکثیرا ما لا یھتدین الی المصلحۃ و لعدم حمایۃ الحسب فھن غالبا فربم رغبن فی غیرا الکفوء و فی ذالک عار علی قومھا توجب الاولیاء شئی من ھذا الباب لتسد المسفدۃ

(حجۃ اللہ ج ۲ ص ۱۲۷)

نکاح کے بارے میں صرف عورتوں کا فیصلہ قابل قبول نہیں ہے کیونکہ وہ عقل میں کوتاہ ہیں اور سوئے فکری کا شکار ہو جاتی ہیں اور عام طور پر مصلحت و حکمت تک رسائی حاصل نہیں کر پاتی اور عموما حسب کی حمیت سے خالی ہونے کی بناء پر غیر کفو میں دلچسپی لے لیتی ہیں اور یہ چیز ان کی قوم کیلئے عار یا شرم کا باعث بنتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ نکاح کے سلسلہ میں اولیاء کے دخل کو اہمیت دی جائے تا کہ اس فساد و بگاڑ کا راستہ بند ہو سکے۔

اس بگاڑ و فساد اور قوم کو عار و شرم کے نقصان سے بچانے کیلئے مخصی

ضرر کو گوارا کیا جا سکتا ہے اور عمومی ضرر کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ ایک اور اصول سے اس کی تقویت ملتی ہے کہ درء المفاسد اولی من جلب المنافع۔ حصول منفعت پر اور بگاڑ و فساد کو دور کرنا زیادہ ضروری ہے اور عورت کو آزادی دینا فساد اور خرابی کا باعث ہے۔

شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ:

و استبداد النساء بالنکاح وقاحۃ منھن منشوھا قلۃ الحیاء واقتضاب علی الاولیاء و عدم اکتراث لھم حجۃ اللّٰہ (ج ۲ ص ۱۲۷)

عورتوں کا بذات خود نکاح کرنا ان کی بے شرمی و بے حیائی ہے جس کا منبع و سرچشمہ' شرم و حیاء کی کمی' اولیاء کے حق کو ختم کرنا اور ان کو اہمیت نہ دینا ہے۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر عورتوں کو شادی کی اجازت مل جائے تو اسلامی معاشرہ اور اسلامی روایات اور مشرقی رسم و رواج کا جنازہ نکل جائے گا۔

نظریہ ضرورت: نظریہ ضرورت بھی اس بات کا متقاضی ہے کہ ولی کی اجازت کو ضروری قرار دیا جائے کیونکہ شرعی طور پر ہمارے ملک کا قانون میں گواہوں کا موجود ہونا شرط ہے اور حنفی مسلک کی رو سے بھی لا نکاح الا بشھود۔ (ہدایہ اولین ص ۳۰۴) گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا اور گواہ بھی آزاد' عاقل' بالغ اور مسلمان ہوں اور جو نکاح ولی کی اجازت کے بغیر ہوتے ہیں ان میں گواہ فرضی ہوتے ہیں۔ کوئی صحیح' عاقل' بالغ مسلمان اس کے لئے آمادہ نہیں ہوتا۔ نیز نکاح اور زنا میں امتیاز یہی ہے کہ نکاح علی الاعلان اور کھلم کھلا ہوتا اور زنا چوری' چھپے اور یہ نکاح بھی چوری چھپے ہوتا ہے۔ اس لئے شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ یجب ان غیر النکاح من السفاح بالتشھیر و احق التشھیر ان یحضرہ اولیاء۔ (ص ۱۲۷)

نکاح اور زنا میں امتیاز کیلئے نکاح کی تشہیر ضروری ہے اور تشہیر اس

باقی صفحہ پہ